خالد بن سنان العبسی

از

(جناب ڈاکٹر محمد خالدی ایم۔اے۔ڈی۔لٹ)

(استاذ تاریخ اسلام جامعہ عثمانیہ)

یہ بات عام طور پر مشہور ہے بلکہ یہ ایک حقیقت سمجھی جاتی ہے کہ سیدنا عیسیٰؑ و سیدنا محمدؐ کے درمیانی زمانہ میں دنیا کے کسی خطہ میں کوئی نبی یا رسول مبعوث نہیں ہوا۔ اور جزیرۃ العرب تو سیدنا اسماعیلؑ کے بعد سے اس سعادت سے، جس کے بعد کوئی سعادت نہیں ہے، محروم ہی رہا۔ گو اس طویل مدت میں دوسرے ملکوں اور قوموں خاص کر بنو اسرائیل میں ایک سے زیادہ نبی مبعوث ہوئے قرآن میں ایسے انبیاء علیہم السلام کے نام آتے ہیں جو سیدنا اسماعیلؑ کے بعد مبعوث ہوتے لیکن سیدنا عیسیٰؑ کے بعد کسی نبی کا مبعوث ہونا مذکور نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوصف بعض عربی روایتوں میں خاص جزیرۃ العرب میں ایک شخص ——— خالد بن سنان العبسی کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ نبی تھے۔ خالد کے حالات کی تفصیل سے قدیم و جدید عربی مصادر تقریباً خاموش ہیں۔ چند محدثوں، بعض مفسروں اور ایک دو تذکرہ نگاروں نے صرف اجمالی ذکر کیا ہے اسی طرح بعض ادیب بھی چند سطروں سے زیادہ آگے نہ بڑھ سکے کافی تلاش و جستجو کے بعد ان منتشر و مختصر معلومات کو جمع کر کے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ تاریخی تحقیق کے لحاظ سے خالد بن سنان اور اس کی نبوت کی کیا حیثیت ہے وما توفیقی الا باللہ۔

جن بزرگوں نے خالد بن سنان کے متعلق کچھ نہ کچھ بیان کیا ہے تاریخی ترتیب کے لحاظ سے ان میں پہلا درجہ محمد بن سعد متوفی سنہ ۲۳۰ھ کا ہے۔ ابن سعد اپنے شیخ محمد بن عمر الواقدی متوفی سنہ ۲۰۷ھ سے اور وہ علی بن مسلم اللیثی سے اور وہ سعید بن کیسان المقبری متوفی سنہ ۱۲۳ھ سے روایت کرتے ہیں۔

مقبری کہتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ نے فرمایا "بنو عبس کے تین افراد نبی صلعم کے پاس حاضر ہوئے آپ صلعم نے ان سے خالد بن سنان کی بابت دریافت کیا تو ان لوگوں نے کہا اس کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ نبی صلعم نے فرمایا وہ نبی تھے۔ اس کی قوم نے ان کو ضائع کر دیا نبیؐ ضیعہ قومہ۔ پھر اپنے اصحاب سے خالد بن سنان کی متعلق باتیں کرنے لگے

(۱) اس حدیث کا پہلا راوی واقدی ہے۔ محدثین کی اکثریت اس کو کذاب سمجھتی ہے۔

(۲) دوسرا راوی علی بن مسلم لیثی مجہول ہے۔ اس لئے سلسلہ رواۃ کے اعتبار سے ابن سعد کی یہ حدیث قابل استناد نہیں ہے حدیث کے متن کی تنقیح آگے آئے گی۔

خالد کا تذکرہ کرنے والوں میں تاریخی ترتیب کے لحاظ سے ابن سعد کے بعد جاحظ کا درجہ ہے عربی کا یہ سب سے بڑا ادیب، محدّث و مفسّر نہیں ہے، البتّہ معلومات کی کثرت کے لحاظ سے اس کی کتابیں اپنے زمانہ کی اسلامی تاریخ کا ایک بہت بڑا، اہم اور کار آمد خزانہ ہیں اس لئے اس کے بیان پر بھی توجہ کرنا فائدہ سے خالی نہیں کتاب الحیوان (۳) میں نار الحرتین کے ذکر میں جاحظ کا بیان ہے "نار الحرتین" نار خالد بن سنان ہے۔ خالد بن سنان بنو مخزوم سے تھا جو بنو قُطَیعہ بن عبس کی ایک شاخ ہے۔ بنو اسماعیل میں اس سے پہلے کوئی نبی نہیں ہوا۔ یہ وہی شخص ہے جس کے ذریعہ سے اللہ نے حرتین کی آگ بجھائی جو بنو عبس کے علاقہ میں تھی جب رات ہوتی تو آگ بلند ہو کر آسمان تک پھیل جاتی۔ بنو طے اس آگ کی روشنی میں اپنے اونٹوں کو بغیر رکھوالے کے چرنے کے لئے چھوڑ دیتے تھے حالانکہ بنو عبس اور بنو طے کے درمیان تین راتوں کی مسافت تھی۔ بعض وقت اس کا کچھ حصہ الگ ہو جاتا اور جس چیز کا رخ کرتا اس کو بھسم کر دیتا۔ جب دن ہوتا تو دھواں جوش مارتا رہتا تھا پس اللہ نے خالد بن سنان کو بھیجا۔ اس نے آگ کے لئے کنواں کھودا اور آگ کو اس میں ڈھکیل دیا اور لوگ یہ حال دیکھ رہے تھے۔ خالد کنوئیں میں کود پڑا اور آگ کو اس نے غایب کر دیا جب اس نے سنا کہ بعض لوگ کہہ رہے ہیں خالد ہلاک ہو گیا تو بولا۔ بکریاں چرانے والے کا بیٹا جھوٹ بکتا ہے۔ میں اس کنوئیں سے اس حال میں نکلوں گا کہ میری پیشانی تر ہوگی۔

جب خالد کی وفات کا وقت آیا تو اس نے اپنی قوم سے کہا۔ جب میں مرجاؤں اور تم مجھ کو دفن کر چکو تو تین دن گذرنے پر میرے پاس آنا تم دیکھو گے کہ ایک دُم کٹا جنگلی گدھا میری قبر کے گرد گھوم رہا ہے۔ جب تم یہ دیکھو میری قبر کھود دو میں تم کو قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس سے مطلع کر دوں گا چنانچہ اس غرض کے لئے تیسرے روز لوگ جمع ہوئے۔ جب جنگلی گدھے کو دیکھا تو خالد کو قبر سے نکالنے چلے۔ اس وقت ان میں اختلاف پیدا ہوا اور دو گروہ ہو گئے، خالد کا بیٹا عبداللہ اس گروہ میں تھا جو قبر کھودنے کا مخالف تھا۔ عبداللہ کہتا تھا میں ہرگز ایسا نہیں کرنے دوں گا اگر قبر کھودی جائے تو لوگ مجھے اکھڑے مردے کا بیٹا کہیں گے پس لوگوں نے خالد کی قبر کو جوں کا توں چھوڑ دیا۔

خالد کی بیٹی نبی صلعم کے پاس حاضر ہوئی تھی تو آپؐ نے اس کے لئے اپنی چادر بچھائی اور فرمایا یہ نبی کی بیٹی ہے جس کو اس کی قوم نے ضائع کر دیا۔ راوی کہتا ہے۔ خالد کی بیٹی نے قل ھو اللہ احد کی سورۃ سُنی تو کہا۔ میرا باپ اس سورۃ کی تلاوت کیا کرتا تھا۔

افسوس ہے کہ جاحظ نے اپنی اس اطلاع کا کوئی ماخذ نہیں بتایا۔ اس لئے راوی و ماخذ کے ثقہ و غیر ثقہ ہونے کے متعلق کوئی بات نہیں کہی جاسکتی اور چوں کہ یہ روایت غیر مستند قرار پاتی ہے اس لئے ناقابل حجت ہے۔ متن روایت پر تنقید آگے آرہی ہے۔

تاریخی ترتیب سے تیسرا درجہ عبداللہ، ابن قتیبہ متوفی ۲۷۶ھ کا ہے۔ ابن قتیبہ گرچہ ادیب کی حیثیت سے زیادہ شہرت رکھتے ہیں لیکن خالص اسلامی علوم جیسے مثلاً تفسیر، حدیث و کلام میں بھی ان کا درجہ لحاظ کے قابل ہے اپنی کتابوں میں خواہ وہ ادبی ہوں یا کلامی جب کبھی کوئی حدیث نقل کرتے ہیں تو عام طور پر راویوں کا سلسلہ بھی ذکر کرتے اور ماخذ بتا دیتے ہیں۔

ابن قتیبہ کی جو کتابیں چھپ گئی ہیں ان میں صرف المعارف میں خالد ابن سنان کا ذکر ملتا ہے (۱۹)، اس میں ہے کہ خالد بن سنان بن غیث بنو عبس بن بغیض سے ہے۔ روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا یہ نبی ہے۔ اس کی قوم نے اس کو ضائع کر دیا۔

جب خالد کی وفات ہونے لگی تو اس نے اپنی قوم سے کہا، میرے دفن ہونے پر ایک جنگلی گدھی۔

عائنۃ من حمیر۔ آئے گی اور اس کے آگے آگے (یا پیچھے) ایک صاف رنگ کا جنگلی گدھا عیراقمر۔ ہوگا۔ یہ میری قبر پر اپنی سُم ملدے گا۔ جب تم یہ دیکھو تو میری قبر کھود دو۔ میں نکلوں گا اور تم کو ان تمام امور سے جو موت کے بعد ہونے والے ہیں نیز برزخ و قبر کے حالات سے بھی مطلع کردوں گا چنانچہ جب خالد مرا تو لوگوں نے وہ دیکھا جو اس نے کہا تھا اس لئے اس کو نکالنے کا ارادہ کیا لیکن بعض لوگوں نے اس کو بُرا جانا اور کہا کہ لوگ کہیں گے ہم نے اپنا گڑا مردہ اُکھاڑا۔

خالد کی بیٹی نبی صلعم کے پاس حاضر ہوئی اور آپ کو قل ھو اللہ احد پڑھتے سنا تو کہنے لگی میرا باپ ایسا ہی کہا کرتا تھا۔

اپنی عادت کے خلاف ابن قتیبہ نے اس حدیث کی کوئی سند بیان نہیں کی۔ لہٰذا یہاں بھی سلسلہ رواۃ کی تحقیق سے مجبوری ہے اور یہ روایت بھی جاحظ کی روایت کی طرح حجت کے قابل نہیں۔

ابن قتیبہ کے بعد محمد ابن دُرید متوفی ۳۲۱ھ نے الاشتقاق (۵) اور احمد ابن عبدربہٖ متوفی ۳۲۷ھ نے العقد الفرید (۶) میں خالد بن سنان کا ذکر بنو عبس کے نسب وغیرہ کے سلسلہ میں کیا ہے۔ غیر معمولی اختصار اور بغیر کسی سند کے۔ اس لئے تاریخی ترتیب کو باقی رکھنے کے لئے ہم نے صرف حوالہ پر اکتفا کی ہے۔

ممتاز اور معروف مورخوں میں سوائے مسعودی متوفی ۳۴۶ھ کے کسی اور مورخ نے خالد ابن سنان کے حالات پر روشنی نہیں ڈالی۔

مسعودی اُن مشہور لوگوں کے حالات لکھتے ہوئے جو سیدنا عیسیٰؑ اور سیدنا محمد صلعم کے درمیانی زمانہ میں گذرے ہیں اپنی کتاب مروج الذہب و معدن الجواہر (۷) میں کہتے ہیں اور جو لوگ اس زمانہ میں گذرے ہیں ان میں خالد بن سنان ہے۔ نبی صلعم نے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ نبی ہے اُس کی قوم نے اُس کو ضائع کر دیا۔ مسعودی کہتے ہیں اور یہ اس طرح کہ عرب میں ایک آگ ظاہر ہوئی اور یہ اس کے فتنہ میں پڑ گئے۔ یہ آگ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتی تھی

قریب تھا کہ عرب مجوسی بن جائیں اور ان پر مجوسیت غالب ہو جاتے۔ پس خالد ایک ڈنڈا لے کر آگ میں داخل ہوا۔ اس وقت خالد کہہ رہا تھا۔ اللہ برتر کی طرف لے جانے والی عام ہدایت ظاہر ہو گئی۔ میں اس آگ میں داخل ہوں گا دراں حالیکہ وہ بھڑک رہی ہے اور اس سے اس حال میں نکلوں گا کہ میرے کپڑے تر ہوں گے۔

چنانچہ خالد نے یہ آگ بجھا دی۔

اس کے بعد مسعودی نے وہی نقل کیا ہے جو ابن قتیبہ نے خالد کی وصیت کے متعلق لکھا ہے کہ اس طرح لوگ قبر پر جمع ہوئے۔ بتائی ہوئی علامتوں کو دیکھا اور اختلاف رائے کے بعد قبر نہ کھودنے کا فیصلہ کیا۔ مسعودی نے یہ پوری روایت بغیر کسی سند کے لکھی ہے لیکن اپنی اسی کتاب میں دوسری جگہ (۸) لکھتے ہیں۔

حدثت حسن بن ابراہیم قال حدثنا محمد بن عبداللہ مروزی قال ثنا اسد بن سعید ابن کثیر بن عفیر عن ابیہ عن جدہ کثیر عن جدہ ابیہ عفیر عن عکرمہ عن عبداللہ بن عباس آپ کہتے ہیں رسول اللہ صلعم نے فرمایا اللہ نے پچھلے زمانہ میں ایک بہترین پرندہ پیدا کیا اور اس میں ہر قسم کے حسن کا حصہ رکھا۔ اس کا چہرہ انسانوں کے چہروں کی طرح بنایا۔ ہر پنکھ میں ہر طرح کے بہترین رنگ کے پر تھے۔ اس کے دونوں طرف چار پنکھ تھے۔ اس پرندہ کے دو ہاتھ تھے جن میں ناخن تھے۔ عقاب کی چونچ کی طرح اس کے چونچ تھی جس کی جڑ مضبوط تھی اس کی صورت پر اللہ نے اس کی مادہ بھی پیدا کی اور اس پرندہ کا نام عنقا رکھا اللہ نے موسیٰ بن عمران کی طرف وحی کی کہ میں نے ایک عجیب قسم کا پرندہ کا جوڑا پیدا کیا ہے اور ان کا رزق بیت المقدس کے وحشی جانوروں کو بنایا ہے اب میں نے اس جوڑے کو تم سے مانوس کر دیا ہے۔ تاکہ بنو اسرائیل کو میں نے جو فضیلت دی ہے ان میں یہ بھی شمار ہو۔ یہ جوڑا بچے پیدا کرتا رہا اور اس کی نسل بڑھ گئی پھر یہ جوڑا موسیٰؑ اور بنو اسرائیل کے ساتھ وادی تیہ میں بھی اس وقت رہا کہ پہلی نسل ختم ہو کر ایک دوسری نسل نے ان کی جگہ لی۔ پھر اللہ نے ان پرندوں کو بھی موسیٰؑ کے شاگرد و وصی یوشع بن نون کے ساتھ تہمہ سے

دوسرے مقام پر منتقل کر دیا اور یہ پرندے نجد و حجاز میں قیس عیلان کی بستی میں اتر پڑے یہاں عنقا وحشی جانوروں کے علاوہ بنو قیس کے بچوں اور ان کے چوپایوں کو بھی ہڑپ کرنے لگا۔ یہاں تک کہ عیسیٰؑ و محمد صلعم کے درمیانی زمانہ میں بنو عبس میں ایک نبی کا ظہور ہوا جن کا نام خالد بن سنان تھا۔ لوگوں نے فریاد کی کہ عنقا ان کے بچوں کو کھا جاتا ہے تب خالد نے اللہ سے دعا کی کہ عنقا کی نسل منقطع کر دے اب عنقا کی صورت کی نقل شطرنجوں پر بنائی جاتی ہے۔

(۹) مندرجہ ذیل روایت اور پچھلی روایتوں میں بعض اہم اختلاف ہیں اس لئے پوری روایت پیش کی جاتی ہے

عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں۔ خالد بنو عبس کے نبی تھے۔ رسول اللہ صلعم کی بشارت دینے والے خالد نے اپنی وفات کے قریب اپنی قوم سے کہا کہ مرنے کے بعد مجھ کو ان ٹیلوں میں سے کسی ٹیلے میں دفن کر دو اور چند روز تک میری قبر کی نگرانی کرتے رہو جب تم دیکھو کوئی سیاہی مائل کھلے رنگ کا دم کٹا گدھا اس ٹیلے کے اطراف چکر لگا رہا ہے تو تم سب جمع ہو کر قبر کھولو اور مجھے قبر کے کنارہ کر دو۔ تم میں ایک لکھنے والا بھی ہو۔ اس کے ساتھ وہ چیز بھی ہو جس پر لکھا جائے میں تم کو قیامت تک جو کچھ ہونے اور گذرنے والا ہے وہ بتلا دوں گا اور تم لکھ لو چنانچہ لوگ اس کی قبر پہ تین دن تک انتظار کرتے رہے (کچھ نظر نہیں آیا) پھر اور تین دن تک ٹھیرے (تب بھی کچھ دکھائی نہیں دیا تو) مزید تین روز بیٹھے رہے۔ نویں روز کیا دیکھتے ہیں کہ اس ٹیلہ کے اطراف جس کے قریب خالد کی قبر تھی ایک گدھا چر رہا ہے (یہ دیکھ کر) خالد کے حکم کے مطابق لوگ اس کی قبر کھولنے چلے تو خالد کے بیٹوں نے تلواریں سونت لیں اور کہا خدا کی قسم! کسی ایسے کو زندہ نہیں چھوڑیں گے جو (ہمارے باپ کی) قبر کھودے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ کل ہمیں لوگ اس کی وجہ سے عیب لگائیں! اور عرب کہیں یہ ہیں اکھڑے مردے کے بیٹے! (یہ حال دیکھ کر) لوگ پلٹ گئے اور خالد کی قبر نہ کھل سکی۔

عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں خالد کی بوڑھی بیٹی جو بہت زیادہ عمر رسیدہ ہو گئی تھی، نبی صلعم کے پاس آئی تھی۔ آپ اس سے اچھی طرح ملے۔ اس کا اکرام کیا۔ پھر وہ اسلام لے آئی آپ صلعم نے

فرمایا "مرحبا بابنة نبيّ ضيعه أهله" - بنو عبس کا شاعر کہتا ہے

بنو خالد لو أنّكم إذ حضرتم ۔۔۔ نبشتم عن الميّت المغيّب بالقبر

لأبقى لكم في آل عبس ذخيرة ۔۔۔ من العلم لا تبلى على سالف الدهر

اے خالد کے بیٹو جب تم خالد کی قبر پر حاضر ہوئے تھے اس وقت اگر تم قبر میں چھپی میّت کو کھود دیتے تو تمہارے لئے آل عبس میں علم کا ایسا ذخیرہ باقی رہتا جو ہمیشہ کے لئے کارآمد ہوتا۔

مسعودی کا کہنا ہے کہ اس قسم کی بہت سی روایتیں ابن عفیر سے مروی ہیں اس کے علاوہ بنو اسرائیل وغیرہ سے متعلق اسی مضمون سے مشابہت رکھنے والی روایتیں بھی ابن عفیر ہی سے مروی ہیں۔

اس روایت میں مسعودی نے اپنے راویوں کے نام بھی بتلائے ہیں مگر افسوس ہے کہ ان میں سوائے سعید کے باقی سب کے سب مجہول ہیں، راویوں میں سے سوائے آخری دو کے۔ بقیہ راویوں کے متعلق کچھ پتہ نہیں لگتا کہ کون تھے ابتدائی راوی مروزی کا کچھ نشان ملتا ہے اور اس سلسلہ کے اصل راوی ابن عفیر ہی کا۔ مسعودی کی رائے سے تو کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابن عفیر کوئی قصہ گو تھا جو گرمی محفل کے لئے قسم قسم کے انوکھے قصّے بیان کرتا تھا۔ جن میں واقعہ کا حصہ بہت ہی کم اور خیالی حاشیہ آرائی زیادہ ہوتی تھی جو شعر نقل ہوتے ہیں اس کے کہنے والے کا نام بھی نہیں بتلایا گیا بنو عبس میں عنترہ، حُطیئہ اور عروۃ بن الورد جیسے بڑے بڑے شعراء ہوتے ہیں۔ اپنے اپنے قبیلہ پر فخر کرنا اور اس کے افراد کے کارنامے مزے لے لے کر بیان کرنا عرب شعراء کا محبوب و مرغوب موضوع رہا ہے ان کے دواوین آپ دیکھ جائیے خالد بن سنان کا ذکر اشارۃً یا کنایۃً بھی نہیں ملتا معلوم نہیں مسعودی نے یہ شعر کہاں سے نقل کئے ہیں۔

بہر حال اس روایت کے راوی بھی مجہول ہیں اس لئے یہ بھی پچھلی روایتوں کی طرح ناقابل حجت ہیں۔ اشعار بھی مصنوعی معلوم ہوتے ہیں۔

ابن سعد کی روایت کے علاوہ اب تک جو روایتیں نقل کی گئیں وہ ادیبوں اور مورخوں کی تھیں جو محدثین کرام کے بلند معیار تک نہیں پہنچتیں۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ توجہ کے

قابل الحاکم متوفی ۴۰۵ھ کی روایت ہے (۱۰) کیوں کہ حاکم نے اس کی تصریح کی ہے کہ اپنی کتاب المستدرک میں وہی حدیثیں درج کی جارہی ہیں جو سند و متن کے اعتبار سے بخاری یا مسلم کی شرط پر پوری اترتی ہیں لیکن خود بخاری و مسلم سے رہ گئیں (۱۱) یا ان کو ان دونوں نے کسی نہ کسی وجہ سے اپنے اپنے مجموعۂ احادیث میں شامل نہیں کیا حاکم نے اپنی اس کتاب کا نام مستدرک اسی لئے رکھا ہے کہ ان کی دانست میں یہ ان روایتوں کی نشان دہی کرتی ہے جن کو صحیحین میں درج ہونا چاہیئے تھا غرض جس کتاب کے متعلق یہ دعویٰ کیا جائے کہ صحت و تنقیح کے اعتبار سے وہ صحیحین کے درجہ کی ہے اس کی روایت پر خصوصی توجہ ضروری ہے۔

حاکم کہتے ہیں اخبرنا ابوبکر بن اسحاق الفقیہ و جعفر الخلدی قال ثنا علی بن عبدالعزیز ثنا معلی بن مھدی ثنا ابوعوانہ عن ابی یونس عن عکرمۃ عن عبداللہؓ بن عباس: بنو عبس کے ایک شخص نے جس کو خالد بن سنان کہا جاتا تھا اپنی قوم سے کہا میں نار حدثان کو بجھا دوں گا جو تمہاری تکلیف کا باعث ہے اس کی قوم کے ایک شخص عمارۃ بن زیادؓ نے یہ سن کر کہا واللہ! خالد تم نے تو ہم سے ہمیشہ سچی بات کہی ہے بھلا تم اور نار حدثان! کیا تم کو اس کی توقع ہے کہ تم اس آگ کو ٹھنڈا کر دوگے، راوی کہتا ہے، پھر خالد آگ کی طرف بڑھے اور اُن کے ساتھ عمارۃ اور اس کی قوم کے تیس آدمی اور تھے یہ سب آگ کے پاس آئے جو سیاہ پتھریلی زمین کے ایک پہاڑ کی کھو سے نکل رہی تھی یہ علاقہ حرۃ اشجع کہلاتا تھا۔ یہاں خالد نے ان لوگوں کے لئے ایک نشان بنا کر ان سب کو اس پر بٹھا دیا اور کہا اگر مجھے تمہاری طرف آنے میں دیر ہو جائے تو مجھے میرا نام لے کر نہ بلانا۔ آگ اس طرح نکل رہی تھی گویا سرخ گھوڑے ہیں کہ ایک دوسرے کے پیچھے سرپٹ دوڑ رہے ہیں (یا) آگ کا ایک پہاڑ ہے کہ حرکت کر رہا ہے خالد اس آگ کی طرف بڑھا اور اس پر یہ کہتے ہوئے اپنا عصا مارا۔ سچائی ظاہر ہو گئی۔ راہ حق ممتاز ہو گئی، حق پوری طرح واضح ہو گیا۔ بکریاں چرانے والی کا بیٹا سمجھتا ہے کہ میں اس آگ سے صحیح و سلامت نہیں نکل سکوں گا۔ پھر خالد آگ کے اس کھو میں داخل ہو گئے، راوی کہتا ہے

لیکن اس کے واپس آنے میں دیر ہوئی۔ تو عمارۃ نے کہا اگر تمہارا ساتھی زندہ ہوتا تو (اب تک ضرور) لوٹ آتا اس پر کسی نے کہا اس کا نام لے کر پکارو دوسروں نے کہا اس نے تو ہم کو نام لے کر بلانے سے منع کیا ہے۔ بہر حال چند لوگوں نے اس کا نام لے کر پکارنا شروع کیا۔ راوی کہتا ہے کہ خالد اپنا سر پکڑے ہوئے ان کی طرف نکلے اور ان سے کہا کیا میں نے تم کو نام لے کر پکارنے سے منع نہیں کیا تھا؟ خدا کی قسم تم نے تو مجھے مار ہی ڈالا۔ مجھے دفن کر دو اگر تم پر گدھوں کا گذر ہو اور ان میں کوئی دم کٹا گدھا ہو تو میری قبر کھودو تم مجھے زندہ پاؤ گے۔ راوی کہتا ہے۔ لوگوں نے خالد کو دفن کر دیا۔ پھر ان پر گدھوں کا گذر ہوا جن میں ایک دُم کٹا گدھا بھی تھا لوگوں نے کہا اب اس کو کھود کر نکالو کیونکہ اس نے حکم دیا ہے کہ ہم اس کو نکالیں عمارۃ بن زیاد نے کہا مضریہ نہ کہنے پائیں کہ ہم اپنے گڑھے مردے اکھاڑا کرتے ہیں۔ خدا کی قسم ہم تو اس کو کبھی نہیں اکھاڑیں گے۔

راوی کہتا ہے: خالد نے ان کو خبر دی تھی۔ کہ اس کی عورت کے پیٹ کی بٹ (عُکّن) میں دو تختیاں ہیں۔ جب تم کو کسی امر میں مشکل آن پڑے تو ان میں دیکھنا۔ جس چیز کی بابت دریافت کرو گے وہ تم اس میں دیکھ لو گے۔ خالد نے کہا تھا ان تختیوں کو حیض والی عورت چھونے نہ پائے اس کی عورت کے پاس لوگ گئے اور اس سے تختیاں طلب کیں۔ اس وقت عورت حیض میں تھی۔ اس نے اسی وقت تختیاں نکالیں۔

راوی کہتا ہے ان میں جو کچھ علم تھا وہ جاتا رہا۔ حاکم کہتے ہیں کہ ابو یونس نے کہا کہ سماک بن حرب کہتے ہیں۔ نبی صلعم نے خالد بن سنان کی بابت دریافت کیا اور فرمایا یہ نبی تھے ان کی قوم نے ان کو ضائع کر دیا۔ اور ابو یونس یہ بھی کہتے ہیں کہ سماک بن حرب نے کہا خالد بن سنان کا بیٹا نبی صلعم کے پاس حاضر ہوا آپ نے فرمایا مرحباً یا بن اخی۔

حاکم کہتے ہیں یہ روایت بخاری کے درجہ صحت پر ہے لیکن بخاری و مسلم دونوں نے اس کو اپنی کتابوں میں درج نہیں کیا۔ دراں حالیکہ ابو یونس نے عکرمہ سے روایت کی ہے۔ ابو یونس کا نام حاتم بن صغیرہ ہے۔ دونوں نے اس کو حجت مانا ہے۔ بخاری ان سب (حدیثوں) کو دلیل

مانتے ہیں جن کی روایت عکرمہ سے صحیح ثابت ہو۔

رہا خالد کی موت کا قصہ۔ اس میں بھی اختلاف ہے۔ میں نے ابوالاصبغ عبدالملک بن مظفر ابوعثمان سعید بن نصر اور ابوعبداللہ محمد بن صالح معافری۔ یہ تینوں اندلسی ہیں۔ اور انھوں نے ایک ثقہ جماعت سے یہ سنا کہ قیروان اور ان کے درمیان سمندر ہے۔ قیروان کے وسط میں ایک پہاڑ ہے عام طور پر کوئی اس پر چڑھتا نہیں قیروان کا رستہ سمندر کی طرف پہاڑ پر سے نکلتا ہے ان لوگوں نے وہاں غار میں ایک شخص کو دیکھا جس پر سفید صوف (کی چادر) ہے۔ یہ اپنی دونوں ٹانگوں اور پیٹھ کو سفید صوف ہی (کے کپڑے) سے باندھے ہوئے اکڑوں بیٹھا ہوا ہے اس شخص کا سر اس کے ہاتھ پر ٹکا ہوا ہے گویا وہ سو رہا ہے۔ اس میں کوئی تغیر نظر نہیں آتا: یہاں رہنے والوں کی ایک جماعت شہادت دیتی ہے کہ وہ خالد بن سنان ہیں اور اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔

حاکم کی روایت پر دوبارہ نظر ڈالئے آپ دیکھیں گے کہ دراصل دو روایتیں بیان کی گئی ہیں ایک وہ جو ابوبکر اور جعفر نے علی سے اور علی نے معلی سے روایت کی ہے اس میں نبی صلعم کا کوئی ذکر نہیں ہے ظاہر ہے کہ یہ حدیث نبوی نہیں بلکہ عبداللہ بن عباس کا اثر ہے۔ اس اثر کے راویوں میں ابتدائی تین راوی مجہول ہیں اور معلی منکر حدیثیں بیان کرنے والا بلکہ بعض کے نزدیک تو کذاب ہے (۱۲)۔

دوسری روایت میں نبی صلعم کا ذکر ہے اور اس میں حاکم نے دو راوی بیان کئے ہیں یعنی ابویونس جو سماک بن حرب سے روایت کرتے ہیں۔ سماک اور نبی صلعم کے درمیان دو ورنہ کم از کم ایک راوی یعنی صحابی مفقود ہے۔ یہاں حاکم نے یہ نہیں بتایا کہ ابویونس سے حاکم تک یہ روایت کس نے بیان کی۔ اس کا سلسلہ روایت حاکم نے کیوں نہیں بتایا؟ اس سلسلہ میں عکرمہ کا نام کیوں نہیں آیا؟ اوپر کے راوی سماک کا نام درمیانی راوی کے بعد کیسے آگیا۔ راویوں کے سلسلہ کی تحقیق میں یہ سوال لازماً پیدا ہوتے ہیں ان سب کے جواب سے حاکم خاموش ہیں کیا عجب کہ دونوں روایتوں میں اختلاط ہو گیا ہو جس کی وجہ سے یہ پتہ لگانا ممکن نہیں کہ اصل حدیث یا اثر کا

سلسلہ کیا ہے۔ اس سقم کے باوجود حاکم کا یہ فیصلہ کہ روایت بخاری کی شرط پر صحیح ہے بہت مشکوک ہے حاکم کے اس بیان پر تعجب ہوتا ہے اس لئے کہ خود ان ہی کا بیان ہے کہ بخاری اور عکرمہ کی ہر روایت درج نہیں کرتے بلکہ وہی روایت لیتے ہیں جو ان کے نزدیک صحیح ہو۔ ہو سکتا ہے کہ ابو یونس سے خالد کا واقعہ ان تک پہنچا۔ لیکن سند یا متن یا دونوں حیثیتوں سے صحیح ثابت نہیں ہوا لہذا انھوں نے اختیار نہیں کی۔ اس میں بخاری سے کیا کوتاہی ہوئی۔

بحث کا خلاصہ یہ کہ اثر کے بعض راویوں کے مجہول یا منکر و ضعیف ہونے اور سلسلہ روایت کے متصل نہ ہونے کی وجہ سے نہ اثر صحیح ثابت ہوتا ہے اور نہ حدیث۔ فنِ اصولِ روایت کا فیصلہ یہی ہے۔

علماء سلف کی کتابوں میں خالد کی روایت کا جہاں جہاں پتہ لگ سکا۔ ان کے علمی مرتبہ کے لحاظ سے وہ تمام روایتیں پیش کر دی گئیں۔ اور سلسلہ روایت نیز راویوں کی فنی تنقید، جرح و تعدیل کی کتابوں سے درج کی گئی۔ جس سے حدیث خالد کا درجہ کسی نہ کسی حد تک متعین ہو گیا۔ اب واقعہ کی درایتاً جو تنقید ہو سکتی ہے وہ پیش ہے۔

ہماری یہ فنی تنقید ناقص رہے گی اگر ہم متنِ حدیث کی تنقیح سے پہلے ایک اور محدث ابو نعیم کی روایت کا ذکر نہ کریں جو بحیثیت محدث عام ادیبوں اور مورخوں سے زیادہ معتبر ہیں ابو نعیم سے کچھ ہی پہلے عبد الملک ثعالبی متوفی ۴۲۹ھ نے بھی اپنی کتاب ثمار القلوب فی المضاف والمنسوب (۱۳) میں خالد بن سنان کا قصہ نقل کیا ہے لیکن مذکورہ صدر روایتوں میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں ان پر ثعالبی کی روایت سے کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ صرف تاریخی ترتیب کو قائم رکھنے کے لئے حوالہ دے دیا گیا۔

ابو نعیم احمد متوفی ۴۳۰ھ اخبار اصفہان (۱۴) میں کہتے ہیں۔

حدثنا احمد بن جعفر بن سعید ثنا عمر بن احمد السُنّی ثنا یحییٰ بن معلی بن منصور ثنا محمد بن الصلت ثنا قیس عن سالم عن سعید بن جبیر عن ابن عباس۔ آپ فرماتے ہیں خالد بن سنان کی بیٹی

نے نبی صلعم کے پاس حاضر ہونے کی اجازت چاہی تو آپ صلعم نے فرمایا مرحبا بابنہ ضنیعۃ قومہ

اس حدیث کے ابتدائی دو راوی احمد و عمر کے متعلق ابو نعیم نے کوئی تصریح نہیں کی کہ بحیثیت راوی ان کا کیا مرتبہ ہے اور نہ رجال کے مطبوعہ ذخیرہ میں ان بزرگوں کا کوئی اتا پتا ملتا ہے۔ ہمارے لئے یہ سب مجہول ہیں یہی حال درمیانی دو راویوں محمد اور قیس کا ہے ابو نعیم نے ان دونوں کی کنیت یا نسبت بیان نہیں کی، جس سے ان کا سراغ لگایا جائے کیونکہ ان ناموں کے راوی بکثرت ہیں۔ ان حقایق کی روشنی میں اس روایت کے متعلق بھی یہی کہا جائے گا کہ سند کے اعتبار سے یہ روایت بھی ہمارے لئے حجت نہیں۔

یہاں تک جو روایتیں نقل کی گئیں ان میں سے صرف چار یعنی ابن سعد، مسعودی، حاکم اور ابو نعیم نے اپنا اپنا سلسلۂ سند ذکر کیا ہے۔ ان سب سلسلوں کی جانچ کرنے سے معلوم ہوا کہ کوئی روایت بھی ایسی نہیں ہے جو سند کے اعتبار سے استدلال و حجت کے قابل ہو۔

یہاں یہ پیش نظر رہنا ضروری ہے کہ علمار اصول حدیث نے راویوں کی کثرت و قلت کے اعتبار سے حدیث کی ابتدائی دو قسمیں متواتر اور احاد یا متواتر مشہور و احاد قرار دی ہیں خبر احاد کی دو قسمیں مقبول و مردود ہیں۔ غرض کے سلسلہ میں کسی ایک یا ایک سے زائد راویوں کے ساقط یا کاذب ہونے یا ان میں کسی کے ثقہ، مشہور یا مجہول وغیرہ ہونے کے اعتبار سے مردود کی اور بہت سی قسمیں ہیں۔ مردود کو ضعیف بھی کہتے ہیں۔ مردود روایت۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے مفید ظن نہیں ہوتی۔ اس لئے کسی درجہ میں بھی حجت نہیں۔

بعض علمار حدیث نے رد و قبول یعنی واجب العمل ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے حدیث کی ابتدائی تین قسمیں مقبول، ضعیف، و مردود قرار دی ہیں ان میں سے ہر ایک کی بہت سی ذیلی قسمیں ہیں ان میں سے ہر ایک کا ایک ہی حکم ہے کہ وہ قابل حجت نہیں۔ ضعیف حدیث بعض شرطوں کے ساتھ بعض فقہا کے نزدیک مفید ظن ہوتی ہے بعض

علمار ضعیف حدیث کا حکم توقف بتاتے ہیں لیکن اہلِ حدیث ضعیف حدیث کو مطلقاً ناقابلِ حجت کہتے ہیں (۱۵)

اب اگر پہلی تقسیم کا اعتبار کیا جائے تو حدیث خالد بن سنان مردود ٹھہرتی ہے اور اگر دوسری تقسیم کا لحاظ کیا جائے تو زیادہ سے زیادہ ضعیف ثابت ہوتی ہے اور انتہائی محتاط مذہب کی رو سے اس کا حکم توقف ہے

تنقیح روایت کی بحث ختم کرتے ہوئے یہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ راویوں کی چھان بین کرنے ان کے حالات کی تحقیق کرنے اور ان پر جرح کرنے کا مقصد یہ نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے کہ خواہی نخواہی کسی کی عیب جوئی کی جائے یا کسی حدیث کو اپنے مسلک کے خلاف پاکر مردود یا ضعیف قرار دینے کے لئے راویوں کو کسی نہ کسی طرح کا اخلاقی مجرم ٹھہرایا جائے چونکہ رسول اللہ صلعم کا ہر قول و فعل حتیٰ کہ آپ کی تقریر بھی ہر مسلمان کے لئے کسی نہ کسی درجہ میں موجب یقین و عمل ہے اس لئے یہ معلوم کرنا انتہائی ضروری ہے کہ فلاں بات نبی صلعم سے ثابت ہوتی ہے یا نہیں۔

اس سلسلہ میں یہ یاد رکھنا بھی کچھ کم ضروری نہیں کہ کذب کے معنی خلاف واقعہ اطلاع دینا ہی نہیں بلکہ اس کے معنی خلاف یقین بیان کرنا بھی ہے یہ بالکل ممکن بلکہ اغلب ہے کہ ابن سعد، حاکم یا ابو نعیم نے جو کچھ روایت کی وہ ان کے یقین کے مطابق درست ہو ان معنی میں ہم ان بزرگوں پر کذب کا الزام نہیں لگا رہے ہیں۔ بلکہ ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ اصول روایت کے اعتبار سے حدیث خالد بن سنان ثابت نہیں ہوتی اور خلاصہ اس ساری بحث کا اتنا نکلتا ہے کہ سند کے اعتبار سے رسول اللہ صلعم سے اس حدیث کی نسبت (لا یصح ولا یثبت) غلط ہے، آپ سے ثابت نہیں ہوتی۔

اب تک جو آٹھ یا نو روایتیں نقل ہوئیں ان پر سرسری نظر ڈالنے سے مجموعی طور پر دو تین امور فوراً نمایاں طور پر معلوم ہو جاتے ہیں۔ الف۔ ایک روایت کا دوسری

روایت سے تفصیل میں لفظاً و معنیً اختلاف۔ ب۔ تاریخی ترتیب سے ہم جوں جوں آگے بڑھتے جاتے ہیں روایت میں افسانہ پن اور عجوبگی بڑھتی جاتی ہے مثلاً آگ بجھانے کا واقعہ جاحظ یا ابن قتیبہ کے پاس سیدھے سادے طریقہ سے بیان کیا گیا ہے لیکن حاکم تک زمانہ گذرنے پر ایک معمولی سی روایت ایک مکمل افسانہ بن گئی۔ مسعودی یا حاکم کی روایت پڑھنے ایسا معلوم ہونے لگے گا۔ گویا ٹھنڈی چاندنی راتوں میں الاوہ کے گرد چند بدوی عرب بیٹھے سامرہ میں مصروف ہیں داستان گویا قصہ خواں انھیں حیرت انگیز داستان سنا رہا ہے یہ ہوسکتا ہے کہ جوں جوں زمانہ گذرتا گیا لوگوں کو اس حکایت کی تفصیلات معلوم کرنے کا شوق بڑھتا گیا۔ اخباریوں نے اس طلب کو پورا کرنے کے لیے روایتیں جمع کرنی شروع کیں۔ راویوں نے اس جمع و تالیف میں اس بات کا خیال نہیں رکھا کہ فراہم شدہ معلومات میں حقیقت کتنی ہے اور خیال آفرینی کتنی ان کا یہ مقصد تھا بھی نہیں۔ ج۔ تمام روایتوں میں صرف ایک ہی چیز مشترک ہے یعنی نبی صلعم نے خالد کی بابت فرمایا کہ وہ نبی تھا اس کی قوم نے اس کو ضائع کر دیا۔

اس متن ہی میں جو امور مختلف فیہ ہیں ان کی نشان دہی آسانی سے ممکن ہے مثلاً ابن سعد کی روایت میں ہے خالد کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ ابو نعیم وغیرہ کہتے ہیں آپ صلعم کے پاس خالد کی لڑکی آئی تھی۔ حاکم کہتے ہیں آپ صلعم کے پاس حاضر ہونے والا شخص خالد کا بیٹا تھا۔ مسعودی کی حکایت میں ہے خالد کے متعدد بیٹے تھے اس قسم کے نمایاں اختلافوں کو چھوڑ کر ہم متن حدیث کے مشترک جزو پر توجہ کریں گے کہ وہ زیادہ قابلِ اعتبار ہے کہ ابو نعیم کے بعد دوسرے محدثین و مفسرین نے بھی اس جزو کو اہمیت دی ہے

حدیث خالد کو قبول نہ کرنے والوں کی سب سے پہلی تحریری شہادت جاحظ کے یہاں ملتی ہے اس نے صراحت سے لکھا ہے کہ متکلمین خالد کی نبوت پر ایمان نہیں لاتے بلکہ اس کا انکار کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ خالد بن سنان بنو عبس کی قیام گاہوں کا ایک گنوار دہقانی

تھا اللہ نے کبھی اُجڈ گنواروں میں سے کسی کو نبوت سے سرفراز نہیں کیا اور نہ خیمہ نشین خانہ بدوشوں میں سے کسی کو اس منصب پر فائز کیا۔ اللہ اپنے نبیوں کو شہروں اور مہذب بستیوں میں رہنے والوں ہی میں سے مبعوث کرتا رہا۔ خالد عُیَیْن اپنے ہم عصر شاعر متوفی سنہ ...ھ کی ہجو اور اپنے باپ پر فخر کرتے ہوئے کہتا ہے (۱۶)

وایُّ نبیٍّ کان فی غیر قومہ　　وھل کان حکم اللہ الا مع النخل

ممدوح کی قوم کے علاوہ نبی کسی اور قوم میں بھی ہوا ہے؟ اور کیا اللہ کا حکم سوائے (مہذب) مقیم آبادی کے کسی اور پر بھی نازل ہوا ہے؟ یعنی کوئی خانہ بدوش نبی نہیں ہوا۔

اس سے معلوم ہوا کہ خالد کی نبوت کے تسلیم نہ ہونے پر متکلمین کے نزدیک خالص عقلی نہیں بلکہ عقلی و واقعاتی دلیل ہے یعنی تاریخ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ اللہ نے کسی خانہ بدوش کو نبوت سے نوازا ہو۔

اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ متکلمین اس اصول کے قائل ہیں کہ کسی مسلمہ تاریخی حقیقت کے خلاف جو حدیث وارد ہو وہ صحیح نہیں ہو سکتی اس اصول کو عام اہل سنت علماء بھی صحیح سمجھتے ہیں۔ کسی حدیث کے مردود یا مقبول ہونے کا ان کے یہاں ایک معیار یہ بھی ہے کہ وہ مسلمہ تاریخی حقیقت کے معارض نہ ہو البتہ کسی خبر کے مسلّمہ تاریخی حقیقت ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہو سکتا ہے۔

یہاں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ اہل عرب کا کسی چیز سے لاعلم ہونا اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ وہ چیز بھی موجود نہ ہو۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اہل عرب کسی ایسے نبی سے واقف نہیں تھے جو خانہ بدوش یا غیر مہذب آبادی میں مبعوث ہوا ہو۔ . . . .

. . . . اللہ قادر مطلق ہے وہ کسی خانہ بدوش شخص کو بھی اپنی رسالت سے نواز سکتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے تعالیٰ (۱۷) نے اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنا پیغام کہاں بھیجے۔ کہہ کر جید

اسی قسم کے اعتراض کی طرف اشارہ کیا ہے اس پر ایک عرب کہہ سکتا ہے کہ ہاں میرے ... یا تاریخی معلومات تو یہی کہتی ہیں کہ اللہ نے کسی خانہ بدوش یا بادیہ نشین کو نبی نہیں بنایا۔ آپ بتایئے کس زمانہ میں کہاں کون سا خانہ بدوش شخص نبوت سے سرفراز ہوا؟ تاریخی ا... ہی سے کیجئے۔ میں سنۃ اللہ سے استدلال کر رہا ہوں آپ قل ... سے اس کا جواب دے رہے ہیں، یہاں امکانِ عقلی سے نہیں امکانِ عادی سے استدلال کا ... جا رہا ہے۔

اس کا جواب کچھ ہو یا نہ ہو جاحظ کے بیان اور خالد ... کے شعر سے اتنا تو بہرحال ثابت ہوا کہ متکلمین اور عام عرب دونوں ہی کسی ایسے شخص سے وا... نہیں جو خانہ بدوش یا اجڈ گنواروں میں سے منصب نبوت پر فائز ہوا ہو۔ چونکہ خالد ... سنان کا اہل بادیہ سے ہونا متحقق ہے اس لئے اس کا نبی ہونا صحیح نہیں۔

متکلموں ک... اس رائے پر مفردات القرآن کے مؤلف حسین راغب متوفی ۵۰۳ھ نے قرآن ... استدلال کیا ہے۔ محاضرات (۲/۱۸) میں لکھتے ہیں۔ اللہ نے سورۃ یوسف میں فرمایا ہے وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا أَفَلَا تَعْقِلُونَ (آیہ ۱۰۹) اور جتنے بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے وہ سب مرد ہی تھے کہ وحی بھیجتے تھے ہم ان کو بستیوں کے رہنے والے الخ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جنگلی گنواروں بادیہ نشینوں یا خانہ بدوشوں میں سے کوئی نبی نہیں ہوا بلکہ یہ سب مقیم و متمدن آبادی کے افراد تھے

قرآن ہی سے جاحظ و راغب کے قول کی مزید تائید ہو سکتی ہے مثلاً سورۃ الشعراء میں (آیت ۲۰۸) ہے وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا لَهَا مُنْذِرُونَ۔ اور ہم نے کوئی البستی بستی غارت نہیں کی جس کے لئے (بد اعتقادی اور اس کے نتائج سے) ڈرانے والے نہ ہوں۔ سورۃ القصص میں ہے (آیت ۵۹) وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمِّهَا رَسُولًا الخ تیرا رب ان بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں ہے جب تک کہ ان بستیوں میں اپنے رسول نہ بھیج دے

(باقی آئندہ)